Fikr-o-Nasar (Islamabad) 5:2 (1967)

(آخری قسط)

اصُول فِقہ اور امام شافعیؒ

مولانا احمد حسن (ریسرچ فیلو) ادارۂ تحقیقات اسلامی

ان کے مناظر کے نزدیک اگر اہلِ علم کے درمیان اختلاف نہ ہو، تو علم الخاصہ حجت بن سکتا ہے۔ ہاں اگر ان کے درمیان اختلاف رائے موجود ہو تو اس میں غلطی کا امکان ہے۔ اس لئے ایسا اجماع الخاصہ حجت نہیں ہو سکتا۔ اختلاف کی صورت میں اجماع الخاصہ کو جاننے کے لئے ان کا مناظر دو اصول پیش کرتا ہے۔ اوّل یہ کہ اس اختلافی مسئلہ کو اپنی اصل کی طرف لوٹایا جائے۔ دوم یہ کہ کسی مسئلہ میں ایک دور میں اتفاق یا اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پچھلے دَور میں بھی اتفاق یا اختلاف ہو گا۔ خواہ اس اتفاق یا اختلاف کی روایت ہم تک نہ پہنچی ہو۔ امام شافعی اس کو یہ جواب دیتے ہیں کہ اس قسم کے دلائل سے اجماع کی تائید اور اخبار کی تردید نکلتی ہے۔ اور ان کے نزدیک خبر اجماع کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے۔ مناظر کے دونوں قاعدوں کو وہ اپنے عقلی دلائل سے توڑتے ہیں۔ پہلے اصول کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ اس قاعدہ کی رو سے اس کو کسی محصن زانی کو سنگسار نہیں کرنا چاہیئے، کیوں کہ رجم پر عمومی طور سے اہل علم کا اجماع نہیں ہے۔ اس سے وہ یہ دریافت کرتے ہیں کہ رجم کے مسئلہ کو وہ اپنے قاعدہ کی رو سے اس کی اصل کی طرف کیوں نہیں لوٹاتے۔ وہ اصل یہ ہے کہ کسی شخص کو اس وقت تک قتل نہ کیا جائے جب تک کہ اس کے قتل کا سبب کوئی ایسی چیز نہ ہو جس پر سب کا اتفاق ہو۔ اس قاعدہ کی بنا پر درحقیقت وہ خود اپنے مسلک کی تردید کر رہا ہے۔ دوسرے قاعدہ کے بارے میں وہ یہ کہتے ہیں کہ پچھلے دَور میں اجماع یا اختلاف کو جاننے کے لئے روایت ضروری ہے۔ کیوں کہ انہیں اپنے دَور میں اجماع الخاصہ کی صورت میں فقہاء کے درمیان اتفاق نظر نہیں آتا۔ اس دلیل سے وہ اپنے مناظر کے اس معیار کو توڑتے ہیں کہ ایک دور میں اجماع یا اختلاف سے ہم پچھلے دَور میں اجماع یا اختلاف کو معلوم

کر سکتے ہیں (۲۴)۔

اس کے بعد امام شافعی اجماع الخاصہ میں شریک ہونے والے علماء کی تعداد پر بحث شروع کر دیتے ہیں۔ امام شافعی اپنے مناظر سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر دس عالموں میں سے ایک عالم موجود نہ ہو، یا خاموش رہے، یا اس کی وفات ہو جائے، یا پاگل ہو جائے، تو ان نو عالموں کا اجماع اس کے خیال میں درست ہوگا؟ اسی طرح اگر دس میں سے پانچ یا نو افراد مر جائیں تو کیا پانچ یا ایک کی رائے کو اجماع کا درجہ حاصل ہوگا۔ ان سب سوالات کے جواب میں ان کا مناظر یہ کہتا ہے کہ اس معاملہ میں وہ کثرت رائے کے پیچھے چلے گا۔ امام شافعی اس سے کثرت رائے کے لئے علماء کی تعداد پوچھتے ہیں۔ آیا دس کو وہ کثرت رائے کہے گا یا نو کو؟ مناظر جواب دیتا ہے کہ دونوں کو ہم کثرت رائے کہہ سکتے ہیں۔ کثرت رائے کے لئے وہ معین تعداد بیان نہیں کرتا۔ تعداد کو مطلق چھوڑنے پر امام شافعی اس کو یہ الزام دیتے ہیں کہ غیر معین تعداد کی صورت میں جس رائے کو وہ مانتا ہے اس کو کثیر کہہ سکتا ہے، اور جس کو وہ ترک کر رہا ہے اس کو قلیل کہہ سکتا ہے۔

اس کے بعد امام شافعی اس سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر دس علماء میں سے چھ ایک مسئلہ پر متفق ہو جاتے ہیں، اور چار اختلاف کرتے ہیں تو ان میں سے وہ کس کی بات مانے گا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ چھ کی۔ اس سے امام شافعی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا اس کے نزدیک چھ حق پر ہیں اور چار ناحق پر۔ پھر وہ اس سے دریافت کرتے ہیں اگر ان چھ میں سے دو کو ان سے اختلاف ہو جائے اور وہ اپنے مخالفین چار عالموں سے مل جائیں تو اب وہ کس کی بات پر عمل کرے گا؟ اس پر بھی وہ کہتا ہے کہ چھ کی۔ اس پر امام شافعی اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ محض دو عالموں کی بنا پر وہ حق کو چھوڑ کر ناحق بات کا اتباع کر رہا ہے۔ حالاں کہ خود اس کے اصول کی رو سے اس کو ناحق بات اختیار نہیں کرنا چاہیئے (۲۵)۔ اس قسم کے جدلیاتی مناظرانہ دلائل سے امام شافعی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اجماع الخاصہ بے بنیاد ہے۔ اور کثرت رائے حق کا معیار نہیں بن سکتی۔

اجماع الخاصہ کے خلاف ایک دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ یہ قریباً ناممکن ہے کہ ہر شہر میں ہر فقیہہ سے مل کر یہ بات دریافت کی جائے کہ فلاں مسئلہ میں اس کو اتفاق ہے یا اختلاف۔ نہ یہ ممکن ہے کہ اہل علم کی رائے ہر ہر مسئلہ میں مجموعی حیثیت سے (عامہ من عامہ) تواتر کی طرح منتقل ہوتی رہے۔ اس سے تو بہتر ہے

کہ وہ اجماع کی روایت پر اعتماد کرنے کی بجائے حدیث کی خبرالواحد (خبرالخاصہ) پر اعتماد کرے۔ اس کہنے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ خبرالخاصہ سے کسی صورت میں بھی مفر نہیں ہے، نہ حدیث کی صورت میں، اور نہ اجماع کی صورت میں۔ اس لئے ان کے خیال میں ایسی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی کہ اجماع کی خبرالواحد پر تو اعتماد کریں اور حدیث کی خبرالواحد پر اعتماد نہ کریں۔

اس کے علاوہ امام شافعی اپنے دور میں مختلف شہروں مثلاً مکّہ، مدینہ، کوفہ اور بصرہ کی مثال پیش کر کے یہ کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک شہر میں بھی فقہاء کے درمیان فروعی مسائل پر اتفاق نہیں ہے۔ دوسرے اہل علم کے درمیان ہر مسئلہ میں نزاع موجود ہے۔ اہلِ علم کا ایک گروہ دوسرے گروہ کو اپنے مقابلہ میں علم و عقل میں کم تر سمجھتا ہے اور خود کو ان پر فوقیت دیتا ہے، اور فقہ میں رائے دینے کا اہل سمجھتا ہے۔ جب دونوں گروہ ایک دوسرے پر نکتہ چینی کرتے ہیں تو ایک مسئلہ پر ان کا اتفاق کیسے ہو سکتا ہے؟۔ اجماع الخاصہ پر امام شافعی کے بے شمار اعتراضات کو سن کر ان کا مناظر ان سے پوچھتا ہے کہ آخر کسی مسئلہ میں اجماع کا وجود بھی ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ اجماع صرف فرائض میں محدود ہے (۲۶)۔

اجماع الخاصہ کی تردید میں امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ ان کے مخالفین جس چیز کو اجماع کہہ رہے ہیں وہ درحقیقت چند فقہاء کی انفرادی رائے ہے۔ اس سلسلہ میں وہ مختلف شہروں کے فقہاءؒ کے نام گناتے ہیں اور مثال کے طور پر سعید بن المسیب، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، اور امام شعبی کے نام پیش کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ فقہاء کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوئے۔ صرف روایات کی بنا پر کسی مسئلہ پر ان کا اجماع سمجھا جاتا ہے۔ نیز ان فقہاء کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ جن مسائل میں قرآن و سنت میں احکام موجود نہیں تھے انہوں نے قیاس سے کام لے کر احکام مستنبط کئے ہیں؛ لیکن ان کے نزدیک یہ محض لوگوں کا وہم ہے کہ انھوں نے قیاس کی بنیاد پر ہی احکام اخذ کئے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ان حضرات نے قیاس کی بجائے محض اپنی رائے سے کام لیا ہو۔ اس صورت میں ان کے مخالفین محض وہم کو حجت بنا رہے ہیں۔ دوسری دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ خود ان فقہاء کی زندگی میں ان کی رائے کو تمام مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کی وفات کے وقت ہر شخص کی رائے کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلافات تھے، اور اجماع کا وجود بھی نہیں تھا۔ نیز ان فقہاء سے

خود ان کے مخالفین بہت سے دینی احکام (سنن) نقل کرتے ہیں، لیکن ان کی حیثیت قرونِ اولیٰ میں (غالباً امام مالک سے پہلے) محض انفرادی خبر کی تھی، اور لوگ ان سے اختلاف کرنے میں توسع سے کام لیتے تھے۔ اس خبر الواحد پر اس دور میں بہت زیادہ شک وشبہ و تنقید نہیں کی جاتی تھی، امام شافعی کہتے ہیں کہ خبر الواحد پر تنقید تو خود ان کے دور سے شروع ہوئی ہے۔ ورنہ پہلے لوگ عام طور پر اس کو مانتے تھے۔ اجماع الخاصہ کی تائید میں امام شافعی کے مخالفین ایک دلیل اجماع سکوتی کی بھی لاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ امام مالک سے پہلے ابتدائی دور میں فقہاء ہر مسئلہ میں اپنی رائے ظاہر کر دیتے تھے، اور وہ خاموش نہیں رہتے تھے۔ اس لئے جس مسئلہ میں ان کا اختلاف موجود نہیں ہے اس پر اجماع ہی سمجھا جائے گا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ابتدائی دور کے فقہاء دنیا سے رخصت ہو گئے اور انہوں نے ایک لفظ بھی اجماع کے بارے میں نہیں فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صرف ان مسائل میں اجماع سمجھا گیا جن میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ اختلافی مسائل میں اجماع کا دعویٰ تو خود ان کے (امام شافعی کے) دور میں کیا گیا ہے۔ اجماع الخاصہ کی تردید میں امام شافعی کے نزدیک یہ دلیل ہی کافی ہے (۲۷)۔

اجماع علماء کی مخالفت میں ایک دلیل وہ یہ بھی دیتے ہیں کہ صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین نے کسی مسئلہ پر بھی اجماع کا دعویٰ نہیں کیا، بجز ان احکام کے جو ہر شخص پر فرض ہیں۔ نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ روئے زمین پر ان کے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس نے اختلافی مسائل میں اجماع کا دعویٰ کیا ہو (۲۸)۔ اس لئے شرعی حجت ان کے خیال میں صرف اجماع العامہ ہے، اجماع الخاصہ نہیں۔

اہلِ مدینہ اور اہلِ عراق کے اجماع الخاصہ کے خلاف یہ امام شافعی کے دلائل ہیں۔ قرونِ اولیٰ کے فقہاء کے نزدیک اگر اجماع الخاصہ کوئی چیز نہیں تھا تو ہم ان احادیث کے بارے میں کیا کہیں گے جو امام شافعی اجماع کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر رہے ہیں؟ ان احادیث سے اگر اجماع پر استدلال صحیح ہے، تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اہلِ علم کا جس مسئلہ میں اتفاق ہو، اس کا اتباع کیا جائے۔ ورنہ پھر اجماع سے متعلق ان احادیث کا کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔

امام شافعی کے مذکورہ بالا دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجماع الخاصہ ان کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ لیکن ان کی تصنیف 'الرسالہ' میں ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں جن میں اجماع اہل العلم سے وہ استدلال کرتے

ہیں۔ مثلاً ایک مقام پر وہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ قتل خطاء کی صورت میں عاقلہ مقتول کی ایک تہائی دیت ادا کرے گی (۲۹) ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے علماء کا کبھی ایسی بات پر اجماع نہیں ہو سکتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہو (۳۰)۔ بظاہر امام شافعی کا یہ قول ان کے اس قول کے معارض ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ عام لوگ (عامتہم، اسلامی اُمت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کسی بات پر اور خطا و گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتے (۳۱)۔ امام شافعی جب اجماع کو فرائض اور عامۃ کے ساتھ مخصوص کر رہے ہیں، تو پھر اجماع علماء سے استدلال اور علماء کا سنت کے خلاف چیز پر جمع نہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ خصوصاً اس صورت میں جب اجماع الخاصہ کی تردید میں انہوں نے اتنا زور صرف کیا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں امام شافعی اجماع الخاصہ کی حجیت کے قائل ہوں، لیکن آخر زمانہ میں انہوں نے اس کو رد کر دیا ہو۔ ڈاکٹر شخت (SCHACHT) نے یہ بات صحیح کہی ہے کہ امام شافعی کے یہاں شروع سے آخر تک اجماع کے تصور میں ارتقاء پایا جاتا ہے۔ ابتداء میں انہوں نے اجماع العلماء کو تسلیم کیا ہے لیکن آخر میں اُنھوں نے اس کے وجود تک سے انکار کر دیا۔ اجماع الخاصہ کو اس انکار کے باوجود وہ تائیدی اور ترجیحی دلیل کے طور پر اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں، کیوں کہ اجماع الخاصہ کا تصور ان کے اندر راسخ ہو چکا تھا۔ (۳۲)

اپنی تصنیف الرسالہ کے آخر میں انہوں نے ایک باب اختلاف پر قائم کیا ہے۔ اختلاف کی ان کے نزدیک دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس کی اجازت ہے، دوسری قسم وہ ہے جس کی ممانعت ہے۔ قرآن و سنت میں جن مسائل میں احکام موجود ہیں ان میں اختلاف ان لوگوں کے لئے جائز نہیں جو ان سے واقف ہیں۔ دوسری قسم سے متعلق وہ قرآن مجید کی متعدد آیات اختلاف کی مذمت میں پیش کرتے ہیں۔ اختلاف ان کے نزدیک صرف ان مسائل میں جائز ہے جن میں قیاس سے استدلال کی بنا پر مختلف تعبیرات کی گنجائش ہو۔ اس کے بعد دور تک وہ ایسے مسائل کا تجزیہ کرتے ہیں جن میں قدیم سے اختلاف چلا آ رہا ہے، اور ان کی بنا قیاس ہے (۳۳)۔ ہمارا خیال ہے کہ کوئی حکم قرآن و حدیث میں موجود ہو، خواہ وہ مفصل ہو یا مجمل، اس کی تعبیر اور کسی خاص مسئلہ میں اس کے اطلاق سے اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ قرآن و سنت کا کون سا حکم کس موقع کے لئے ہے یہ ایک فقیہ کی رائے پر مبنی ہے۔ اس لئے ہمارے

خیال میں یہ دو ٹوک فیصلہ کہ فلاں قسم کا اختلاف جائز اور فلاں ناجائز ہے، درست معلوم نہیں ہوتا۔ نہ ہی جن آیات کو وہ پیش کرتے ہیں ان سے فقہی و فروعی اختلاف مراد ہے۔

امام شافعی نے استنباط احکام کے جو اصول پیش کئے، ان سے اصول فقہ کا فن مرتب و منظم شکل میں آگیا۔ قدیم مکاتب فقہ کے منتشر اصول استنباط میں امام شافعی کی تنقید کے ساتھ مزید نکھار پیدا ہوگیا۔ رائے و اجماع کے عمل کو بدل کر امام شافعی نے خبر الواحد سے استدلال پر زور دیا۔ اس تبدیلی سے فقہ کے فکری و تخلیقی پہلو پر خاص زد پڑی۔ اور یہی تبدیلی آئندہ صدیوں میں جمود اور اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا باعث بنی۔ امام شافعی نے جو اصول استنباط پیش کئے، متاخر دور کے علماء اصول ان سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کی پیش کردہ منہاجیات سے اصولِ فقہ میں استحکام اور باضابطگی ضرور پیدا ہوگئی، لیکن اس رسمیت نے اجتہادی آزادی کے بڑھتے ہوئے دھارے کو روک دیا، انہوں نے حدیث اور اس پر اصل شکل میں عمل پر بے انتہا زور دیا، اس سے شائد ان کا مقصد یہ تھا کہ فقہ میں آزادیٔ رائے سے جو بے ضابطگی و انتشار تھا وہ دور ہو جائے۔ لیکن سچ یہ ہے حدیث بھی اس مسئلہ کو حل نہیں کر سکی، کیوں کہ حدیث سے استدلال کی صورت میں جو اختلاف ہوا، وہ رائے سے کچھ کم نہ تھا۔ فرق صرف اتنا ہوا کہ پہلے ہر گروہ کے پاس رائے تھی، اب ہر فریق کے پاس حدیث ہے۔

اجتہاد کا یہ دور امام شافعی جیسی عبقری شخصیت پر ختم ہو جاتا ہے، اس کے اثرات تیسری صدی کے آخر تک جاتے ہیں۔ اس کے بعد تقلید کا دور شروع ہوتا ہے، اس دور کے تقلیدی رجحانات کا اندازہ امام ابوالحسن کرخی متوفی ۳۴۰ھ کے قول سے لگایا جا سکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

الاصل أن کل آیة تخالف قول اصحابنا فانها تحمل علی النسخ او علی الترجیح و الاولی أن تحمل علی التاویل من جهة التوفیق۔

ترجمہ: ایک اصول یہ ہے کہ جو آیت ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو اس کو نسخ پر، یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا۔ اولیٰ یہ ہے کہ اس آیت کو اس قول کے موافق بنانے کے لئے تاویل پر محمول کیا جائے۔

آگے فرماتے ہیں:۔

الاصل أن کل خبر یجئی بخلاف قول اصحابنا فانه یحمل علی النسخ او علی أنه معارض

بمثلہ ثم صار الی دلیل آخر او ترجیح فیہ بما یحتج بہ اصحابنا من وجوہ الترجیح أو یحمل علی التوفیق وانما یفعل ذلک علی حسب قیام الدلیل ۔ فان قامت دلالۃ النسخ یحمل علیہ وان قامت الدلالۃ علی غیرہ صرنا الیہ ۔

ترجمہ :۔ ایک اصول یہ ہے کہ جو حدیث ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو اس کو نسخ پر محمول کریں گے ۔ یا اسی جیسی حدیث کے معارض سمجھا جائے گا جو دوسری دلیل کی طرف جاتا ہے ۔ یا پھر ہمارے اصحاب وجوہ ترجیح میں سے جس وجہ ترجیح سے استدلال کرتے ہیں ، اس کو اختیار کریں گے ۔ یا اس کو موافق بنانے پر محمول کریں گے ۔ یہ دلیل پر منحصر ہے ۔ اگر دلیل نسخ کو بتلاتی ہے ، تو نسخ پر محمول کریں گے ۔ اگر نسخ کے علاوہ کچھ اور بتلائے گی تو ویسا ہی سمجھا جائے گا (۲۴) ۔

امام کرخی نے ان دونوں اصولوں کی مثالیں بھی پیش کی ہیں ۔ ان کے اس قول کو اگر امام محمد بن الحسن شیبانی کے اس جواب سے ملا کر دیکھیں جو انہوں نے امام شافعی کو دیا ہے تو اس سے حنفی فقہ میں فکری ارتقاء کا اندازہ ہوتا ہے ۔ امام محمد فرماتے ہیں :۔

لیس یلزمنی قول واحد من ھؤلاء ولا یلزمک (۲۵)

ترجمہ : (سعید بن المسیب ، حسن بصری اور ابراہیم نخعی) ان میں سے ایک کے قول کا بھی نہ میں پابند نہ آپ پابند ۔

ع بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

حواشی وحوالہ جات

۲۴ ۔ امام شافعی ، کتاب الام مطبوعہ قاہرہ ، جلد ۷ ، ص ۲۵۵ ۔ ۲۵۶ ۔

۲۵ ۔ ایضاً ۔ ص ۲۵۶ ۔

۲۶ ۔ ایضاً ۔ ص ۲۵۷ ۔

۲۷ ۔ ایضاً ۔ ص ۲۵۸ ۔

۲۸ ۔ امام شافعی ۔ اختلاف الحدیث ۔ برحاشیہ کتاب الام ج ۷ ۔ ص ۱۴۷ ۔

۲۹ - امام شافعی - الرسالہ - محولہ بالا ایڈیشن - ص ۴۳ -

۳۰ - ایضاً - ص ۶۴ -

۳۱ - ایضاً - ص ۶۵ -

۳۲ - J.SCHACHT, THE ORIGINS OF MUHAMMADAN JURISPRUDENCE, OXFORD, 1959, P.P. 88-89

۳۳ - امام شافعی - الرسالہ - محولہ بالا ایڈیشن، ص ۷۷ -

۳۴ - رسالہ ابی الحسن الکرخی فی الاصول، ملحق کتاب تاسیس النظر للدبوسی، مطبوعہ مصر، تاریخ طباعت درج نہیں - ص ۸۴ -

۳۵ - امام شافعی، کتاب الام، محولہ بالا ایڈیشن - ج ۷ - ص ۲۸۴ -

مجموعہ قوانین اسلامی

(جلد اوّل)

تنزیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) اعزازی پروفیسر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی

ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی نے اسلامی قوانین کو جدید انداز پر مدوّن کرنے کا جامع منصوبہ بنایا ہے۔ یہ کتاب اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے

صفحات : ۴۴۸ — قیمت : دس روپے

ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی. طارق آباد (لال کرتی) راولپنڈی